*International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024*
*PP: 93 - 109*

**OPEN ACCESS**
*IRJAIS*
*ISSN (Online): 2789-4010*
*ISSN (Print): 2789-4002*
*www. irjais.com*

# صوفیانہ افکار کی عصری معنویت: متحیرانہ افعال کا تحلیلی جائزہ

## *The Fruits of Astonishment and Contemplation on the Path of Spiritual Journey*

***Hafiza Ambreen Fatima***
*M.Phil Islamic studies LGU & Learning Alliance Teaching staff, Lahore.*
***Naveed ur Rehman***
*Assistant Professor University Law College, University of the Punjab, Lahore*

***Abstract***

In the realm of the divine, a seeker always receives torrential downpours of theophany. Opposite theophany's astonishes the seeker. In this mystical journey, the traditional tools of philosophy, wisdom, and logic prove ineffective, yielding to the supreme guidance of love, affection, and humility, which lead the traveler to his ultimate destination. Maulana Rumi, in his renowned work "The Masnavi," meticulously delineates this profound journey, from its inception to its culmination. He offers intricate insights into the intricate mental state of the seeker and a comprehensive exploration of their various attributes. Moreover, Rumi extends his wisdom by presenting a multitude of pathways and methods that assist the seeker in their quest to reach the ultimate spiritual destination.

***Keywords***: Theophanies, Masnavi, Philosophy, Astonishes, Astonishes, Attributes.

### تمہید

سلوک کا مادہ "سَلَکَ" ہے۔ جس سے مراد راہ طے کرنا، راستے پر چلنا، اور تلاش حق وغیرہ ہے۔

اصطلاحی معنوں میں "سلوک" کی تعریف حسب ذیل ہے:۔([1])

۱۔ ظاہر میں اعمال شریعہ کے التزام کے ساتھ اخلاق باطنی کی اصلاح وتزکیہ کو سلوک کہتے ہیں۔

۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن مقبولانِ بارگاہ کو لامتناہی فضل وکرم سے قرب ووصال کی نعمت عظمی عطا فرمائی، ان کو جن ذرائع سے یہ دولت نصیب ہوئی، اور انہوں نے اپنے مکاشفات وتجربات کی روشنی میں جو اصول مرتب ومدون فرمائے ہیں، اسی کو سلوک کہتے ہیں۔



CC BY

۳۔ شریعت کا تابع بن کر حق تعالیٰ کی عبادت میں لگنا اور پختگی و استقامت کے ساتھ رضاء حق کا متلاشی رہنا سلوک کہلاتا ہے۔

**سلوک" قرآن وحدیث کی روشنی میں**

قرآن وحدیث ک حسب ذیل ارشادات کی روشنی میں سلوک کے اصطلاحی مفہوم سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے:

**وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** (2)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم اسے اپنے راستے دکھادیں گے۔

یعنی اللہ تعالی انہیں مختلف قسم کی ریاضتوں اور عبادتوں سے گزار کر بلند مقام سے نوازتا ہے۔

"سلوک" وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے اور اپنے رب کو پانے کے لیے قدم بقدم، مرحلہ بمرحلہ، مقام بمقام سفر کرنے کا نام ہے۔

**اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** (3)

ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

حق تبارک و تعالیٰ نے اپنی راہ معرفت کو دین اسلام کی پیروی، انبیاء کرام علیہم السلام وصدیقین وشہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین وصالحین رحمۃ اللہ علیہم کے اختیار کردہ راستہ کے ساتھ مختص فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

**وَعِبَادُ الرَّحْمنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَهِلُونَ قَالُوا سَلْمَات** (4)

رحمن کے وہی بندے ہیں جو زمین پر اخلاق وانکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ انہیں پکارتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ سلوک کی اس وادی میں قدم رکھنے والا سالک..... ظاہری اور باطنی امراض سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ وہ کفر و شرک، حرص و ہوس، بغض وحسد، غرور و تکبر، ریاکاری وشہرت پسندی جیسی عادات بد سے اجتناب کرتے ہوئے، خالصۃ قرب الہی کے حصول کے لیے راہ خدا میں آنے والی تکالیف و مصائب کو خندہ پیشانی اور صبر واستقامت سے برداشت کرتا ہے۔ خلق سے قطع تعلق کر کے انتہائی یکسوئی کے ساتھ خالقِ کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ہر وقت اللہ کی یاد میں مگن رہنے سے اس کا دل نور وحدت سے منور ہوتا چلا جاتا اور تجلیات باری تعالیٰ کا مہبط بن جاتا ہے۔ سالک عبادت میں روحانی کیف اور خوشگوار لذت محسوس کرتا ہے۔ یہ کیفیات اسے دنیاومافیہا سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

سلوک" کے معنی و مفہوم کو مزید اجاگر کرنے کے لیے حسب ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

**عَنْ سَہْل ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِي قَالَ أتى النبي ( صلى الله عليه وسلم) رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ دُأَنِي عَلَى عَمَل إِذَا أَنَا عَمِلْتُه اَحبَّنِي اللهُ وَأَحبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) ازُهَدْ فِى الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ وَار هَدْفِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ - (5)**

سہل بن سعد نے فرمایا کہ نبی کریم ملی ایم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صل اللھم! مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ اگر میں اسے کروں تو اللہ بھی مجھے محبوب رکھے اور لوگ بھی محبوب رکھیں۔ آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں زہد اختیار کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا۔ لوگوں کے مال کی جانب رغبت نہ کرو، لوگ تمہیں محبوب رکھیں گے "۔

نبی اکرم نے ایک اور مقام پر فرمایا:

**عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُولُ الله ( صلى الله عليه وسلم) يمنكبي فَقَالَ كُن فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيل - (6)**

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی علی نیلم نے میرا کندھا پکڑا پھر فرمایا: دنیا میں تم ایسے رہو جیسے ایک مفلس آدمی یا مسافر ہو"۔

المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق (م ۱۳ھ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہ بنایا، کیونکہ عاجزی تو ہر شخص با آسانی اختیار کر سکتا ہے بلکہ انسان تو سراپا بجز ہی عجز ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اس کے سوا کچھ اور ہوتا تو بڑی مشکل ہو جاتی۔ اپنی عاجزی وانکساری کو پالیتا ہی اللہ کو پالیتا ہے۔ تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا اس لیے تواضع سیکھو، بجز و انکساری کا سبق پڑھو تا کہ منزل مقصود تک پہنچ سکو۔(7)

حضرت ابراہیم بن ادھم (م ۱۲۳ھ) نے ایک شخص سے فرمایا"

کیا تو اللہ والا بنا چاہتا ہے ؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا دنیا و آخرت کی کسی شے کی رغبت نہ کر اور اپنے نفس کو اللہ کے لیے خالی کرلے اور نہ صرف اپنے چہرے بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جا، تا کہ وہ تجھ پر متوجہ ہو اور تجھے اپنا دوست بنالے "۔(8)

قرآن و حدیث کے حسب ذیل ارشادات کی روشنی میں سلوک کے اصطلاحی مفہوم سے اگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

جس کا مدعا اتصال اور پیوستگی ہے۔ سلوک راستے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں سلوک سے مراد ہے: تصوف کا طریقہ، طلب قرب حق، فنائے بشریت اور بقائے الوہیت، حق تعالیٰ کا قرب چاہنا۔ انسان بدن اور روح کا مرکب ہے اپنے بدن کی اصلاح

کے لئے، اس کی دیکھ بھال کے لئے دن رات کوشش کرتا ہے۔ طرح طرح کے علاج ڈھونڈتا ہے۔ اسے درست حالت میں رکھنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ مگر روح کی اصلاح سے اکثر غافل ہو جاتا ہے۔ راہ سلوک نہ صرف روح کو تہذیب سکھاتی ہے، بلکہ انسانی فکر کو ارتقائی مراحل سے گزرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ روحانی اصلاح صرف سلوک کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے ساری انسانیت کو اس بات کی تعلیم دی کہ کس طرح انسان ہر وقت اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں پیش کر سکتا ہے اور ہر لمحہ بلکہ ہر سانس میں خدا سے تعلق کو مضبوط بنا سکتا ہے اور اپنی ساری زندگی کو عبادت کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ سید المرسلین ﷺ کی حیات مبارکہ ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے اور بہترین مشعل راہ ہے۔ والیٔ دوجہاں ﷺ کی اتباع ہی اصل میں راہ سلوک ہے۔

سلوک وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان روحانی اصلاح کی منازل حاصل کر سکتا ہے۔ راہ سلوک پر چلنے والے کو "سالک" کہتے ہیں۔ سالک صاحب ریاضت و مجاہدہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے پیرو مرشد یا شیخ سے اپنے تعلق کو مستحکم کرے۔ سالک کو راہ سلوک پر چلنے سے وہ مقامات و درجات نصیب ہوتے ہیں جو اس کی ساری زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ راہ سلوک پر چلنے کے بعد سالک اپنے آپ کو فروعاتی باتوں میں نہ الجھائے اور اپنی زندگی کو خسارہ میں نہ ڈالے۔

راہ سلوک پر چلنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی اونچے پہاڑ پر کوئی پھول کھلا ہو اور بہت ساری چیونٹیاں اس تک پہنچنے کی کوشش کریں، کچھ تو پھول تک پہنچ جاتی ہیں اور کچھ راستے میں ہی دم توڑ دیتی ہیں۔ ہر چیونٹی کی کامیابی و کامرانی کا معیار یا درجہ اس پھول سے قربت یا دوری کی بناء پر ہوتا ہے۔ اسی طرح راہ سلوک پر چلنے والوں کے لئے منازل ہوتی ہیں جو کہ وہ اپنی کوشش سے اور پیرو مرشد یا شیخ کی راہنمائی میں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ راہ سلوک پر چلنے کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔([9])

**حیرت و سرگردانی اور اس کے مترادفات**

لغت میں حیرت سے مراد سرگشتگی اور سرگردانی ہے عربی میں حیرت سے مراد پانی کا ایک جگہ جمع ہو کر چکر لگانا ہے۔([10]) اسے حیرانی، دیوانگی اور ہوش ربائی بھی کہتے ہیں۔ صوفیاء کے ہاں حیرت سلوک و تصوف کے راستے میں آنے والی وہ منزل ہے جو نہ تو سالک کو مایوس نہیں ہونے دیتی اور نہ اس کے اندر طمع و لالچ آنے دیتی ہے بلکہ یہ اس کے دل کو مضبوط کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اس راستے میں حیران اور سرگردان آگے بڑھتا چلا جاتا ہے حیرت اور تحیر کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر سید صادق گوھرین لکھتے ہیں

"در اصطلاح صوفیاں امریست ناگھانی کہ ہنگام تامل و حضور و تفکر در دل وارد شود و صوفی عارف را از تامل و تفکر باز دارد و تحیر منازلتی است کہ بر دل عارفان مستولی شود بین یاس و طمع در وصول بہ مطلوب و مقصود، تا طمع در وصول نکند و از طلب مایوس نگردد"(11)

"صوفیاء کی اصطلاح میں حیرت سے مراد غور و فکر حضوری اور تفکر کے دوران وارد ہونے والا ایسا امر ہے جو ہنگامی طور پر پیدا ہوتا ہے اور صوفی اور عارف کو غور و فکر سے روک دیتا ہے اور تحیر وہ منزل ہے کہ جو عرفاء کے دل پر اپنے مقصود کو پانے کے حوالے سے مایوسی اور طمع کے مابین حاکم بن جاتی ہے تاکہ وہ مقصد کو حاصل کرنے کی طمع بھی نہ کریں اور اپنے مقصود سے مایوس بھی نہ ہوں۔"

## حیرت کی اقسام

حیرت اپنے نتیجے کے اعتبار سے قابل قبول بھی ہو سکتی ہے اور مردود بھی۔اس اعتبار سے حیرت کی دو قسمیں ہیں ایک حیرت مذموم اور دوسری حیرت محمود۔

### 1۔حیرت مذموم

حیرت کی یہ قسم وہ ہے جس میں مسافر عقل کے گھوڑے دوڑانے اور منطقی و فلسفیانہ موشگافیاں کرنے کے بعد راہ معرفت میں تھک کر بیٹھ جاتا ہے اسے کوئی راہ سجھائی نہیں دیتی اور مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں حق کا انکار کر بیٹھتا ہے یہ حیرت مذموم کہلاتی ہے ظاہر ہے یہ کسی بھی حال میں قابل ستائش نہیں ہے علامہ اقبال نے اس حیرت کو دانش برہانی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی، حیرت کی فراوانی(12)

### 2۔حیرت محمود

حیرت کی دوسری قسم کو حیرت محمود کہتے ہیں سلوک و تصوف میں اس سے مراد وہ کیفیت ہے جو عارفین حق کے قلوب پر حضوری حق اور مشاہدہ حق کے دوران وارد ہوتی ہے اور انہیں دم بخود کر دیتی ہے۔جب سالک معرفت نفس اور معرفت کائنات کے مراحل سے گزر کر معرفت الہی کی وادی میں قدم رکھتا ہے تو اس پر اسماء، صفات اور تجلیات الہیہ کی موسلادھار بارش شروع ہو جاتی ہے یہ صفات اور تجلیات اس قدر کثیر تعداد میں ہوتی ہیں کہ ان کا شمار اور ادراک ناممکن ہوتا ہے یہ کثرت اور رنگارنگی سالک کو حیران و ششدر کر دیتی ہے روندہ راہ حق ان گوناگوں تجلیات میں سے ایسی تجلیات سے بھی دوچار ہوتا ہے جو آپس میں بالکل متضاد ہوتی ہیں مثال کے طور پر کسی لمحے سالک پر جلال خداوندی کی تجلی وارد ہوتی ہے تو

دوسرے ہی لمحے اس پر تجلی جمال الٰہی منکشف ہوتی ہے اسی طرح اگر ایک وقت میں اس کے سامنے صفت تنزیہ رونما ہوتی ہے تو دوسرے لمحے صفت تشبیہ۔ یہ تمام تجلیات اور صفات اپنی اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتی ہیں ان متضاد صفات کی مرتبہ قدس میں یکجائی کے بارے میں خواجہ میر درد فرماتے ہیں۔

در مرتبہ قدس عجب نیرنگ است

تنزیہ و تشبیہ درآں ہم سنگ است[13]

"مرتبہ قدس میں عجب نیرنگی ہے تنزیہ اور تشبیہ یہاں ایک ساتھ پائے جاتے ہیں۔"

ان متضاد اور گوناگوں صفات کو جب سالک ایک ہی ذات میں مرتکز دیکھتا ہے تو وہ متحیر اور سرگرداں ہو جاتا ہے۔ متضاد صفات کی جلوہ فگنی اور ذات واحد میں یکجائی مسافر راہ حق کو حواس باختہ کر دیتی ہے، اس کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے، ایک صفت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جب دوسری صفت بالکل اس سے متضاد نظر آتی ہے تو سالک حیران و سرگشتہ ہو جاتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

گہ چنیں بنماید وگہ ضد ایں

جز کہ حیرانی نباشد کاردیں[14]

"کبھی یوں جلوہ فرما ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس۔ دین کا کام حیرانی کے بغیر نہیں ہے۔"

## بے زمانی اور بے چونی کی حدود میں داخل ہونا۔

یہ حیرت و سرگردانی سالک کو حق کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ اب اس کے لیے دور و نزدیک، غیب و حضور اور وحدت و کثرت میں کوئی فرق نہیں رہتا کیونکہ وہ زمان و مکان کے تنگ کوچے سے خلاصی پا چکا ہوتا ہے ،وہ زمانے کی قید سے آزاد ہو کر بے زمانی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، وہ چوں و چرا کی حدوں سے نکل کر بے چونی کی حقیقت میں گم ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اس خدائے بے چوں کا ہم راز بن جاتا ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

چوں زساعت ساعتے بیروں شوی

چوں نماند محرم بیچوں شوی[15]

"جب تو تھوڑی دیر کے لیے زمانہ (کی حدود) سے باہر نکل جائے گا تو (یہ) چوں ختم ہو جائے گی اور تو بے چوں کا محرم راز بن جائے گا۔"

حیرت کی یہ کیفیت ایسی نہیں ہوتی کہ سالک کی نظریں محبوب حقیقی کے جلوؤں سے پلٹ کر کسی دوسری طرف متوجہ ہو جائیں بلکہ وہ ان جلووں پر نظر جمائے،اس طرح محو اور مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کا سارا شعور جاتا رہتا ہے۔وہ حیران ومست اور بے خوداس محبوب حقیقی کی رعنائیوں میں مگن رہتاہے۔ یہ حیرانی اس جاہل کی حیرانی نہیں جو حقیقت سے نظریں چرائے۔ دوسری جانب رواں ہے بلکہ اس عارف اور ہوش مند کی طرح ہے جو جمال دوست کے سمندر میں غرق اور مست ہو چکا ہو۔

کاملاں که از سر تحقیق آگہند
بے خو د وحیران ومست ووالہ اند
نے چنیں حیراں که پشتش سوئے ا
بل چنیں حیراں رو در روئے اوست

"(یہ)اہل کمال جو حقیقت کے راز سے واقف ہیں بے خود، حیران،مست اور سر گرداں ہیں۔ایسے حیران نہیں کہ انکی پشت اس(یار) کی طرف ہو بلکہ ایسے حیران کہ ان کارخ اس(محبوب حقیقی) کے روبرو ہے۔"

## حائر کی حرکت دوری ہوتی ہے نہ کہ مستطیل

محبت الہی کے پروردہ سالک کی یہ حرکت دوری ہوتی ہے یعنی وہ قطب محبت کے گرد حیران و سر گردان دائرے کی شکل میں گھومتا رہتاہے یہ دوری حرکت اسے اپنے مرکز سے دور نہیں جانے دیتی بلکہ وہ ہر لمحہ اپنے محبوب کی محبت میں گرفتار،اس کے جلووں میں مگن اس کے گرد طواف کرتا رہتاہے۔یہ حرکت مستطیل نہیں ہے جو اسے اپنے مرکز سے دور کر دے ابن عربی فرماتے ہیں۔

**الحائر له الدوروالحركة الدورية حول القطب فلايبرح منه وصاحب الطريق المستطيل مائل خارج عن المقصود**(17)

"حیرت والے کی یہ حرکت دوری ہوتی ہے دوری حرکت قطب(مرکز) کے چاروں طرف ہوتی ہے اس لیے وہ(حیرت والا) کبھی مقصد سے ہٹتا نہیں (جبکہ) مستطیل راستے پر چلنے والا مقصد سے دوسری جانب میلان رکھتاہے وہ اپنے مقصود سے خارج ہے۔"

**سالک اپنے تمام تعینات کھو بیٹھتا ہے۔**

حیرت کے اس مقام پر سالک صفات الہیہ کے سمندر میں شناوری کرتا ہے یہ سباحت وشناوری اس کے تمام تعینات کو دھو ڈالتی ہے اس کے تمام سابقہ اوصاف اور رنگ جاتے رہتے ہیں اسے ایک نئی اور تازہ زندگی مل جاتی ہے اس گم گشتگی اور سرگردانی سے اس کا سابقہ علم وہنر اور سابقہ دانش جاتی رہتی ہے وہ عقل کے گورکھ دھندوں سے یکسر علیحدہ ہو جاتا ہے دنیا اسے سادہ، بے وقوف اور جاہل گردانتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس ذات حق کا اصل عارف اور طالب یہی ہوتا ہے اس کا عشق اسکی عقل کے سامان کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے بقول میر ولی:

وہ صنم جب سوں بسا ،دیدہ حیران میں آ

آتش عشق پڑی، عقل کے سامان میں آ(18)

شیخ ابو سعید عارف حق کی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

تا ولولہ عشق تودر گوشم شد

عقل وخردوہوش فراموشم شد

تا یک ورق از عشق تو ازبر کردم

سی صد ورق از علم فراموشم شد(19)

"تیرے عشق کا ولولہ پیدا ہوتے ہی ،عقل وخرو اور ہوش وحواس کی خبر نہ رہی۔ میں نے تیرے عشق کا ایک ہی ورق یاد کیا تھا کہ علم کے تیس سو ورق مجھے بھول گئے۔

**سالک رازدان حق بن جاتا ہے۔**

آتش عشق میں سوزاں اور عقل کے ساماں سے گریزاں یہ عارف اب اس بے چوں کا ہم راز بن جاتا ہے۔ علم ومعرفت کی ہوائیں اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اس کی طاقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس پر دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر نیچے ہر طرف سے حقائق کے دروازے کھل جاتے ہیں اب اس کے لیے کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی بلکہ سب راز اس پر عیاں ہو جاتے ہیں مولانا فرماتے ہیں:

ہمچو جان بے گریہ وبے خندہ شد

جانش رفت وجان دیگر زند ہ شد

حیرتے آ مد درونش آں زماں

کہ برون شد از زمین وآسماں(20)

بردلے کو را تحیر با خداست

کے شو دپوشیدہ راز چپ وراست(21)

"روح کی طرح وہ رونے اور ہنسنے سے آزاد ہو گیا اس کی ایک جان چلی گئی اور دوسری جان زندہ ہو گئی ۔اس لمحے اس کے اندر ایسی حیرت پیدا ہو گئی کہ وہ اس زمیں وآسماں کی حدود سے باہر نکل گیا۔اس دل پر جو اللہ تعالی کے ساتھ متحیر ہو جائے چپ وراست کا(کوئی)راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے۔"

حیرت و حیرانی کا یہ عالم ہمارے اس عالم سے بالکل جدا ہوتا ہے زمان و مکان کی حدوں میں مقید شخص اس عالم کا ادراک نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ہر چیز کو انہی حدود میں رہ کر دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کا عادی ہوتا ہے وہاں کا ادراک کرنے کے لیے سوائے حیرانی کے کوئی راستہ نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست

زانکہ آں سو جز تحیر راہ نیست (22)

"زمانہ بے زمانی سے واقف نہیں ہے کیونکہ اس (بے زمانی کی) جانب تحیر کے علاوہ (کوئی) راستہ نہیں (جاتا) ہے۔

## عقل کی نارسائی۔

ظاہری علم وفن، منطقی استدلالات اور فلسفیانہ موشگافیوں کا ہنر رکھنے والا شخص اس مرتبے کا ادراک نہیں کر سکتا کیونکہ حیرت کی وادی میں عقل اور زیرکی کا دخل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اور زیرکی چیزوں کو ظاہری پیمانوں پر پرکھتے ہیں جن کا تعلق اس مادی دنیا اور اس زمان ومکان کے ساتھ ہے یہ عقل، دانش اور زیرکی در اصل وہ پردے ہیں کہ جن کی دوسری جانب اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا لھذا یہ نجات کا راستہ نہیں دکھا سکتے بلکہ انجام کار یہ ہلاکت کا باعث بنتے ہیں مولانا فرماتے ہیں

زیرکی آمد سباحت در بحار

کم رہد غرق ست او پایان کار(23)

"زیرکی سمندروں میں تیرنا ہے (اور ان سمندروں میں تیرنے والا) وہ نجات نہیں پاتا بلکہ آخر کار وہ غرق ہی ہوتا ہے۔"

اس زیرکی اور چالاکی سے بحث ومباحثہ کی بنیاد ڈلتی ہے انسان کی نظر اپنے گناہوں اور غلطیوں کے اعتراف کی بجائے فلسفیانہ دلائل اور منطقی وجوہات کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے چنانچہ اس پر ابلیسیت غالب آجاتی ہے مولانا فرماتے ہیں۔

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد

کہ بدم من سرخرو کردیم زرد ([24])

"پھر اس ابلیس نے بحث کا آغاز کر دیا کہ میں سرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کر دیا۔"

## حیرت انسان کو خاموش کر دیتی ہے۔

اس کے بر عکس عشق اور حیرانی انسان کو بحث مباحثہ سے دور لے جاتے ہیں اس کی زبان خاموش ہو جاتی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عاشق کے بدن میں پتا(انسانی عضو)ہی نہیں اب اس کی ہمت اور حوصلہ ختم ہو چکے ہیں۔اس کے اندر کلام کرنے کی طاقت نہیں وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔

حیرتی آید زعشق آں نطق را

زہرہ نبود کہ کند او ماجرا ([25])

"عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اس کا پتا(جو ہمت اور حوصلہ پیدا کرتا ہے) باقی نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کر سکے۔"

اس کا عشق اسے خود شناسی اور خود احتسابی کی طرف متوجہ کرتا ہے اب انسان حیلے اور بہانوں کی بجائے غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور حقیقتا پسر آدم ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے بالآخر وہ اپنے رب کے حضور ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہاتا ہے۔

از پدر آموز اے روشن جبین

ربنا گفت وظلمنا پیش ازیں ([26])

اے روشن جبیں(اپنے)باپ(حضرت آدم علیہ السلام)سے سیکھ لے(کہ)انہوں نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہہ دیا۔

نے بہانہ کرد ونے تزویر ساخت

نے لواء مکر وحیلت برفراخت ([27])

"انہوں نے نہ کوئی بہانہ بنایا اور اور نہ مکر کیا نہ ہی انہوں نے مکر اور حیلے کے جھنڈے کو بلند کیا"

## حیرت عاجزی اور انکساری کا باعث ہے۔

حیرت کی اس وادی میں جب آتش عشق کے باعث، سالک کے پرانے تعینات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ نئی زندگی حاصل کر لیتا ہے تو اس میں آدمیت نکھر کر سامنے آتی ہے اور اسکے اندر فروتنی، عاجزی اور خواری جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں اب

اس کی نشست وبرخاست ظاہر بینوں کے ساتھ نہیں رہتی بلکہ اب وہ حق بینوں اور عارفوں کا ہم مجلس بن جاتا ہے مولانا روم فرماتے ہیں

عقل بفروش وہنر حیرت بخر
رو بخواری نے بخارا اے پسر
تا بخار ائے دگر بینی دروں
ساکنان محفلش لایفقھون (28)

اے لڑکے! عقل اور ہنر بیچ ڈال اور حیرانی خرید لے (فروتنی اور) خواری کی طرف بڑھ (فلسفیوں کے شہر) بخار کی طرف نہ جا، تاکہ تو اپنے (اندر) دوسرا ابخارا دیکھے (کیونکہ) اس (بخارا) کے لوگ (ان حقائق کو) نہیں جانتے۔

## حیرانی یقین کا نام ہے

عقل وخرد سے ظن اور گمان پیدا ہوتے ہیں انسان شے کو دیکھنے کے باوجود بھی شک اور تذبذب کا شکار رہتا ہے اسے یقین اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا یہ شک اسے آگے نہیں بڑھنے دیتا مگر اس کے برعکس حیرانی سراسر یقین اور دید کا نام ہے اسی لیے مولانا روم فرماتے ہیں کہ کامیابی اس عقل اور زیرکی کو الوداع کہنے اور حیرانی کو گلے لگانے میں ہے۔

زیرکی بفروش وحیرانی بخر
زیرکی ظن ست وحیرانی نظر (29)

"(یہ) چالاکی بیچ دے اور حیرانی (کی دولت) خرید لے (کیونکہ یہ) زیرکی سراسر ظن ہے جبکہ حیرانی دید (ہی دید) ہے۔"

## عقل کے ذریعے دین کو نہیں سمجھا جا سکتا

دین کے حقائق کو عقل کے ذریعے سمجھنا ممکن نہیں اسی لیے فلسفی دین کے راز سے بے خبر رہتے ہیں مولانا فرماتے ہیں

گر استدلال کار دین بدے
فخر رازی راز دار دین بدے (30)

"اگر استدلال کے ذریعے دین کا کام چل سکتا تو فخر الدین رازی (سب سے بڑے) راز دار دین ہوتے۔"

## عقل کی قربانی سالک کی حفاظت کرتی ہے

اس عقل کو اپنے رب کے راستے میں قربان کر دینا چاہیے کیونکہ یہ تمام عقلیں اسی رب کی عطا کردہ ہیں۔ چنانچہ اس کا عطا کردہ عطیہ اسی کی راہ میں قربان ہونا چاہیے۔

عقل را قربان کن اندر عشق دوست

عقلہا بارے ازان سویست کو ست ([31])

"دوست کے عشق میں (اپنی) عقل کو قربان کردے عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ (محبوب) ہے۔"

اللہ تعالی اور اس کے محبوب ﷺ کے راستے میں عقل کو قربان کر دینے والا یہ عاشق تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے اللہ تعالی پر اس کا توکل مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ بے خطر معرفت کی ان راہوں پر رواں دواں رہتا ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفی

حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفی ([32])

"عقل کو حضرت مصطفی ﷺ پر قربان کر دے حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ ہی مجھے کافی ہے۔"

معرفت الہی کے اس راستے میں عقل کی قربانی دینا کوئی گھاٹے کا سودا نہیں بلکہ بظاہر سالک کی ظاہری عقل فنا ہو جاتی ہے مگر اس کے نتیجے میں جسم کا ہر ہر بال سر اور عقل بن جاتا ہے۔

زین سر از حیرت گرین عقلت رود

ہر سر مویت سر وعقلے شود ([33])

"اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی ہے تو تیرا ہر ہر بال سر اور عقل بن جائے گا۔"

**حیرت سب سے بڑی دولت ہے۔**

معرفت الہی کے راستے میں حیرت کی دولت کا نصیب ہو جانا انتہائی خوش قسمتی ہے اسی لیے اہل اللہ ہر لمحہ نے اس حیرت کی فراوانی کی دعا کیا کرتے تھے ابن عربی فرماتے ہیں کہ ہم محمدیوں کو یہ دعا سیکھائی گئی ہے۔

زدنی فیک تحیرا([34])

"(اے اللہ تعالی!) اپنے اندر میری حیرت کو اور بڑھا دے۔"

حیرت و حیرانی در اصل عشق کا نتیجہ ہے عشق وہ پودا ہے جس پر حیرت کا پھل لگتا ہے حیرت کے پودے کی آبیاری عشق کے پانی سے ہوتی ہے بقول حافظ شیرازی:

عشق تو نہال حیرت آمد

وصل تو کمال حیرت آمد ([35])

"تیرا عشق حیرت کا پودا ہے اور تیرا وصال حیرت کا کمال ہے۔"

اسی عشق کے پودے پر ابلہی (نادانی) کا پھل لگتا ہے اس پھل کا ذائقہ عاشق کو اس طرح مست و بے خود کر دیتا ہے کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے محبوب حقیقی کے سوا کسی کی خبر نہیں رہتی وہ ہر شے سے اپنے آپ کو لا تعلق کر لیتا ہے۔ یہی وہ پھل ہے جو کثرت کے ساتھ لوگوں کو جنت میں لے جانے کا باعث بنے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ اھل الجنۃ بلہ جنتی بھولے بھالے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

اکثر اھل الجنۃ بلہ اے پدر
بہر ایں گفت است سلطان بشر (36)

"اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہوں گے سرور عالم نے اسی لیے فرمایا ہے۔"

زیرکی چوں کبر بادانگیز تست
ابلہے شو تابماند دیں درست (37)

"زیرکی تکبر کی طرح تیرے اندر ہوا بھر دے گی ابلہ (نادان) بن تاکہ تیرا دین سلامت رہے۔"

ابلہے کو والہ وحیران ہوست
باشد اندر گردن اوطوق دوست (38)

"ایسا ابلہ (نادان) جو اس کا عاشق اور حیران ہے (اور) اس کی گردن میں دوست (کی غلامی) کا طوق ہے۔"

## ابلہ پن رحمت الٰہی کا مستحق بناتا ہے۔

یہ ابلہی انسان کو رحمت اور نصرت ایزدی کا مستحق بناتی ہے جب انسان حیرانی اور ابلہی کی جانب بڑھتا ہے تو اللہ تعالی کی رحمت اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور اللہ تعالی کی مدد ہر جانب سے اس کی طرف ہاتھ پھیلائے بڑھتی چلی آتی ہے۔

پس تو حیران باش وبے لا وبلے
تا زرحمت پیشت آید محملے (39)

"پس تو حیران رہ بغیر (لا) نہیں اور (بلے) ہاں کے تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے۔"

پس ہمیں حیران ووالہ باش وبس
تادر آید نصر حق از پیش وپس (40)

"تو بس حیران اور سرگرداں رہ تاکہ اللہ تعالی کی رحمت تجھے آگے اور پیچھے سے گھیر لے۔"

یہی حیرت و حیرانی انسان کے اندر عشق کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے وہ بظاہر خاموش اور پر سکون معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر عشق و مستی کا الاؤ جل رہا ہوتا ہے جیسے دیگ بظاہر تو پر سکون نظر آتی ہے مگر اس کا اندر پر جوش ہوتا ہے

حیرت آن مرغ ست خاموشت کند

بر نہد سر دیگ وپر جوشت کند [41]

"حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کر دیتا ہے (یہ تیری) دیگ کا منہ ڈھک دیتا ہے اور تجھے پر جوش بنا دیتا ہے۔"

خویش ابلہ کن تبع میر و سپش

رستگی زیں ابلہی یابی وبس [42]

"اپنے آپ کو ابلہ (نادان) بنالے اور اس کے پیچھے چل اس حماقت سے بس (اب) نجات پالے۔"

درد نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

تا ابلہی امداد شعورت نہ کند

تادر آید نصر حق از پیش وپس [43]

از دیدہ دل حجاب دورت نہ کند

پشتی صفا اگر کدورت نہ کند [44]

"جب تک ابلہی (نادانی) تیرے شعور کی مددگار نہ بنے تیرے دل کی آنکھ سے پردہ دور نہیں ہو گا۔ آئینہ تجلی سے دوچار نہیں ہو سکتا جب تک اس کی پشت کو (قلعی کے ذریعے) مکدر نہ کیا جائے۔"

## صاحب حیرت مبارک باد کا مستحق ہے۔

وہ شخص مبارک کا مستحق ہے جسے عاجزی اور حیرت جیسی دولت نصیب ہوئی، ایسا شخص دونوں جہانوں میں اپنے محبوب حقیقی کے سائے میں آسودہ خاطر ہو کر زندگی گزارے گا۔

پس ہمیں حیران وواله باش وبس

تادر آید نصر حق از پیش وپس [45]

خرم آنکہ عجز و حیرت قوت است

در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست [46]

"مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز و حیرت ہے وہ دونوں جہانوں میں دوست کے سایہ (عافیت) میں سویا ہوا ہے۔"

## خلاصہ کلام

درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حیرت وہ کیفیت ہے جو سالکین راہ حق کے قلوب پر اس وقت وارد ہوتی ہے جب وہ معرفت الہی اور مشاہدہ الہی کی وادی میں قدم رکھتے ہیں کیونکہ اس وادی میں انہیں جابجا متنوع اور متضاد صفات و تجلیات سے پالا پڑتا ہے یہ صفات و تجلیات سالک کی نظر کو خیرہ کر دیتی ہیں اس کیفیت کی ابتداء یہ ہوتی ہے کہ سالک اپنے جسمانی وجود سے خلاصی پا کر ذات حق کی بے رنگی میں اپنے آپ کو رنگنے لگتا ہے یوں یہ حیرانی سالک کو حق تعالی کے مزید قریب کرتی چلی جاتی ہے اس کے اندر عشق کی وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے جو محبوب کے سوا ہر شئے کو خس و خاشاک کی طرح جلا دیتی ہے سالک حق کے سوا سب کچھ بھول جاتا ہے اور وہ عقل اور خرد کو خیر باد کہہ دیتا ہے اس مقام پر وہ سالک ذات حق کا راز دان بن جاتا ہے اس پر حقیقت اور معرفت کے دروازے کھلنے لگتے ہیں یہ معرفت اسے عارف بنا دیتی ہے مگر یہ معرفت ایسی ہوتی ہے کہ سب کچھ جان کر بھی وہ زبان سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اپنے آپ کو نادان ظاہر کرتے ہوئے ہر بات پر ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ من نمی دانم کیونکہ عارف حیرت کی اس کیفیت اسے اتنا محظوظ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر لمحے اپنے محبوب کے زیر سایہ میں محسوس کرتا ہے اور اس بات سے ڈرتا ہے کہ اگر اس نے زبان سے کچھ کہہ دیا تو یہ ساری دولت اور خزانہ اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

## حوالہ جات (References)


1۔ بخاری، طاہر رضا، نقشبندی سلوک و تصوف، مجلہ، جہات الاسلام، مدیر "ڈاکٹر شاہدہ پروین"، ۲۰۱۳ ص ۸۹

2۔ قریشی، محمد اسحاق، تصوف، تلاشِ احسن کی ہمہ گیر تحریک، آزاد کشمیر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۱، ص ۲۷۸

3۔ العنکبوت، ۶۹:۲۹

4۔ الفاتحہ، ۱:۴ تا ۵

5۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب الزھد فی الدنیا، رقم الحدیث ۱۹۰۴

6۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب قول النبی کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، رقم الحدیث ۱۳۳۸

7۔ سبحانی، رحمت اللہ، مخزن اخلاق، لاہور، سنی پبلی کیشنز، ۱۹۹۸، ص ۶۷

8۔ قشیری، عبد الکریم، (۱۹۸۴) رسالہ قشیریہ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۴، ص ۱۲۳

9۔ ندوی، سید محمد رابع حسنی، راہ سلوک، لکھنؤ، مکتبۃ الشباب العلمیہ، ۲۰۱۹، ص: ۴۰

10 ۔ المنجد، پاکستان، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۴، ص ۲۵۱

11 ۔ گوہرین، سید صادق، دکتر، "شرح اصطلاحات تصوف"، جلد چہارم، انتشارات زوار، تہران، ایران، ۱۳۶۸، ص 321

12 ۔ محمد اقبال، علامہ، ، کلیات اقبال اردو، پاکستان، لاہور، ندیم یونس پرنٹرز، س-ن، ص ۳۷۸

13 ۔ میر درد، خواجہ، دیوان فارسی، انڈیا، دہلی، مطبع انصاری، ۱۳۰۹، ص ۸۸

14 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد اول، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص ٦٦

15 ۔ ایضاً، ص ۲۰۴

16 ۔ ایضاً، ص ٦٦

17 ۔ ابن عربی، محی الدین، الشیخ الاکبر، فصوص الحکم، لبنان، بیروت، دارالکتاب العربی، س-ن، ص ۴۷

18 ۔ نورالحسن، ہاشمی، سید، ڈاکٹر، کلیات ولی، انڈیا، لکھنو، نظامی پریس، ۱۹۸۲، ص ۵۸

19 ۔ ابوسعید، فضل اللہ بن ابی الخیر، رباعیات حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر، لاہور، کریمی پریس، ۱۹۲۴، ص ٦۸

20 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد اول، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س-ن، ص ۲۴۳

21 ۔ ایضاً، ص ۲۰۳

22 ۔ ایضا، ص ۲۰۴

23 ۔ ایضاً، ص ۱۴۵

24 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد پنجم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی س۔ن، ص ۱۴۴

25 ۔ ایضاً، ص ۳۲۷

26 ۔ ایضاً، ص ۱۴۴

27 ۔ ایضاً

28 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد سوم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص ۱۱۷

29 ۔ ایضاً، ص ۱۴۵

30 ۔ ایضاً، ص ۸

31 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد چہارم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص ۱۴٦

32 ۔ ایضا، ص ۱۴۵

33 ۔ ایضا، ص ۱۴۷

34 ۔ ابن عربی، محی الدین، الشیخ الاکبر، فصوص الحکم، لبنان، بیروت، دارالکتاب العربی، س۔ن، ص ۴۷

35 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، دیوان حافظ (مترجم)، لاہور، اردو بازار، پروگریسو بکس، س۔ن، ص ۱۸۷

36 ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد چہارم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص ۱۴٦

37 ۔ ایضاً

[38] ۔ ایضاً

[39] ۔ ایضاً، ص۳۵۸

[40] ۔ ایضاً

[41] ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد پنجم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص۳۲۸

[42] ۔ ایضاً، جلد چہارم، ص۱۴۶

[43] ۔ ایضاً

[44] ۔ جمال حسین، قاضی، ہندوستانی ادب کے معمار، انڈیا، نئی دہلی، اے-ون آفسٹ پرنٹرز، ۱۹۹۱، ص۹۷

[45] ۔ ایضاً

[46] ۔ سجاد حسین، مولانا، قاضی، مثنوی مولوی معنوی (مترجم)، جلد ششم، لاہور، اردو بازار، حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص۴۶۷